کیا رونا بدعت ہے؟

آیۃ اللہ سید باقر نقوی دام ظلہٗ دبئی

ملتوں اور قوموں کا ایک نیا سال اور اس کا پہلا دن ہوا کرتا ہے اور اس نئے دن کو روزِ عید کا نام دیا جاتا ہے ،اس نوروز کا افتتاح خوشیوں ،شادمانیوں اور اس کا استقبال نت نئی رنگ رلیوں سے ہوتا ہے۔

کیا مسلمانوں کا نیا سال بھی اسی آن بان سے آتا ہے؟ نہیں اور بالکل نہیں۔

یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ سنہ ہجری کا آغاز محرم سے ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے ۶۱ھ سے پہلے یہ مہینہ خوشی اور انبساط کو اپنے ساتھ لاتا ہو مجھے انکار نہیں، مگر ۶۱ھ سے سال نو کا نیا دن ،رنج وغم ،آہ وفغاں ،نالہ وشیون اور واویلاہ کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔

بجائے شادمانیوں کے واحسینا واحسینا کی فلک شگاف صداؤں سے ہلال محرم کا استقبال کیا جاتا ہے۔

وہ داستان غم جس کی ابتدا وفات رسولؐ سے ہم گریباں اور خاتمہ دس محرم کو ہوا ،جب رسولؐ کے چھوٹے نواسے حسینؑ کو ان کے بہتر ساتھیوں سمیت وحشیانہ طریقہ پر شہید کر ڈالا گیا ،صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ حق پرست اور حقیقت شناس ،ہر انسان اس کی یاد سال بہ سال مناتا ہے۔

کوئی سنگ دل اور پتھر جگر جو حسینؑ کی اس فاجعہ غم کو سنے اور پھوٹ نہ پڑے ،تاثر ایک فطری جذبہ ہے جس سے کوئی مستثنیٰ نہیں ،رونا آدم زاد انسانوں کی فطرت میں داخل ہے، رقت قلب اور رحم دلی ہی تو نوعِ بشر اور فرشتوں کے درمیان امتیاز کا سبب بنی ہے۔ انبیاء ومرسلین نے آہ وزاری، گریہ وبکا کو چہرۂ بشریت کا غازہ بنایا۔ رونا بے صبری ہے یا بزدلی، جائز ہے یا ناجائز، روا ہے یا ناروا، ہمیں نہیں معلوم تو نہ سہی، مگر اتنا ضرور جانتے ہیں کہ قرآن رونے والوں کے تذکرہ سے بھرا ہوا ہے۔

کہیں رونے والوں کا ذکر خیر ہے ''وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ'' کہیں باپ کا بیٹے کے غم میں روتے روتے نابینا ہوجانے کا تذکرہ ہے۔ ''وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ وَهُوَ كَظِيْمٌ'' حضرت آدمؑ نے فراق جنت یا ترک اولیٰ پر اشکوں کے چشمے بہائے ۔حضرت یعقوبؑ نے فراق یوسفؑ میں چالیس سال رو کر ظاہری بصارت کھو دی ،جناب ایوبؑ مصائب پر روتے رہے مگر گلہ نہیں کیا، یحییٰؑ نے آنسوؤں سے زمین صحرا تر کر کے رحمت خدا حاصل کی ،جناب عیسیٰؑ نے زمین گیر اپاہجوں، محتاجوں کی حالت زار پر گریہ کر کے مسیحائی پائی۔

اور خود ہمارے رسولؐ جو تمام انبیاء سے افضل ہونے کے باوجود، کبھی ترس خدا سے روئے، کبھی امت کے لئے روئے، کبھی اپنے چچا حمزہؓ پر گریہ فرمایا اور کبھی اپنے بیٹے

ابراہیمؑ کی وفات پر آنسو بہائے، اس کے علاوہ کسی مومن کو خستہ حال دیکھا آبدیدہ ہوگئے، کسی صحابی کو کرب و بے چینی میں پایا رو دیئے۔

انس سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ رسولؐ کے ساتھ آپ کے فرزند ابراہیمؑ کے پاس گیا۔ رسولؐ نے ابراہیمؑ کو گلے سے لگایا، پیار کیا۔ پھر دوبارہ اپنے فرزند کے پاس تشریف لے گئے جب نزع کا عالم تھا یہ دیکھکر رسولؐ کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہوگئے۔ عبدالرحمٰن ابن عوف نے عرض کیا ''یارسولؐ اللہ آپ رو رہے ہیں'' فرمایا ''آنکھ روتی ہے، دل محزون ہوتا ہے مگر ہم کوئی کلمہ زبان سے ایسا نہیں نکالتے جو مرضیٔ الٰہی کے خلاف ہو۔''

زبیر سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ اپنے فرزند کی لاش لے کر پیدل تشریف لے گئے اور قبر کے قریب بیٹھ گئے، لاش کو قبر میں اتارا اور بغیر آخری دیدار کئے دفن کر دیا، مگر رسولؐ اللہ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ صحابہ نے دیکھا تو سب نے رونا شروع کر دیا اور بعض نے کہا کہ یارسولؐ اللہ آپ رو رہے ہیں حالانکہ آپ نے ہمیں رونے سے منع فرمایا ہے۔ فرمایا آنکھ روتی ہے، دل غمگین ہوتا ہے مگر ہم کوئی کلمہ منھ سے ایسا نہیں نکالتے جو رضائے ایزدی کے خلاف ہو۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے اپنی مادر گرامی کی قبر کی زیارت فرمائی اور اس طرح گریہ فرمایا کہ اسے دیکھکر تمام اصحاب جو آپ کے ہمراہ تھے رونے لگے۔ اسامہ ابن زید سے روایت ہے کہ امامہ بنت زینب کا جب آخری وقت تھا تو رسولؐ اللہ تشریف لائے اور فرمایا جو چیز لے لی جائے وہ بھی اللہ کی ہے اور جو دیدی جائے وہ بھی اسی کی ہے اور اس کے بعد آپ روئے۔ ابن عبادہ نے کہا کہ یارسولؐ اللہ آپ رو رہے ہیں اور ہم کو رونے سے منع فرماتے ہیں، رسالتمآب نے فرمایا ''رونا رحم دلی اور رقت قلب کی علامت ہے جو خدا نے اپنے بندوں کے دل میں قرار دیا ہے اور اللہ اپنے بندوں میں انہیں پر رحم فرماتا ہے جو رحم دل ہو۔'' ابن عبادہ کسی مرض میں مبتلا ہوئے جناب رسالتمآبؐ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، وہ غش میں پڑے ہوئے تھے، رسالتمآبؐ نے دریافت فرمایا کہ کیا سعد کا انتقال ہوگیا ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں مرض کی شدت ہے، حضرتؐ نے رونا شروع کر دیا حضرتؐ کو دیکھکر تمام اصحاب رونے لگے، حضرت نے فرمایا کہ اللہ آنکھوں سے آنسو نکلنے یا قلب محزوں ہونے پر عذاب نازل نہیں فرمائے گا بلکہ اس زبان سے جو کلمات نکلیں گے اس کی وجہ سے عذاب یا رحم فرمائے گا۔

قرآن اور سنت سے یہ پتا چلا کہ رونا نہ بے صبری ہے نہ بزدلی اور نہ مطلق رونا، ناروا، بلکہ رونا شرافتِ بشر کی علامت، اب جو روایتوں میں بعض جگہ پر رونے سے منع کرنے اور رسالتمآبؐ کے رونے کا تذکرہ ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ رسولؐ نے اس قسم کے غم منانے اور گریہ وزاری سے روکا ہے جہاں انسان صبر کا دامن ہاتھ سے دیدے، قضا و قدر خداوندی پر راضی نہ ہو اور اپنے خالق سے شکوے کرنے لگے کہ اے اللہ تو نے ایسا کیوں کیا، جب نعمت چھیننا ہی تھی تو عطا کیوں کی تھی، اے خدا تیرا رحم و کرم

کیوں رخصت ہوگیا اور اے کاش کہ ایسا نہ ہوتا یہ تو ہم پر بہت بڑا ظلم ہوگیا، یقیناً اس طرح رونا، گریہ وزاری کرنا اور واویلا مچانا حرام اور شرافت بشری کے خلاف ہے۔

رسولؐ اکرم جس طرح اپنے فرزند ابراہیمؑ پر روئے، اپنے چچا حمزہؓ وجعفرؓ پر گریہ فرمایا اور امامہ بنت زینب پر آنسو بہائے، اس سب سے زائد اپنے چھوٹے نواسے حسینؑ پر روئے اور رونے کی ہمیں ترغیب بھی دی ہے۔

مسند ابن حنبل کی روایت ہے کہ ''مَنْ بَکَیٰ عَلَیٰ الْحُسَیْنِ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِیْ'' اس کارثۂ عظمیٰ کے رونما ہونے سے پچاس سال قبل صرف اس کی خبر سن کر رسولؐ اسلام متعدد مرتبہ روئے جس کو علماء ومورخین اسلام نے مختلف مقامات پر درج فرمایا ہے۔

ابوبکر ابن شیبہ نے مقنف میں، عبدالرزاق نے مسند میں اور ابن منصور نے سنن میں روایت کی ہے کہ ''جناب رسالتمآب ایک دن بے اختیار گریہ فرما رہے تھے، جب سبب گریہ دریافت کیا گیا تو فرمایا ''جب سے حسینؑ کی خبر شہادت سنی ہے، میرے آنسو تھمتے ہی نہیں۔'' بیہقی اور ابو نعیم ام المومنین ام سلمہ رضوان اللہ علیہا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسالتمآب ام المومنین کے حجرہ میں داخل ہوئے اور فرمایا کہ دیکھو ام سلمہؓ کسی کو داخل حجرہ نہ ہونے دینا، معلوم نہیں کس طرح حسینؑ حجرہ میں داخل ہوگئے، میں نے حجرہ کے اندر سے رسولؐ کے رونے کی آواز سنی قریب گئی حجرہ کا پردہ الٹا، دیکھا رسولؐ حسین کے بوسے لے رہے ہیں اور زار وقطار رو رہے ہیں، میں نے عرض کیا، یا رسولؐ اللہ خیر تو ہے۔ فرمایا ''شہادت حسینؑ کی خبر جبرئیلؑ لائے تھے۔''

طبرانی نے معجم میں نقل کیا ہے کہ ایک دن رسولؐ خواب سے بیدار ہوئے اور ڈھاریں مار مار کر رونے لگے، عرض کیا گیا خیر تو ہے، فرمایا ''ایک دن میرا حسینؑ شہید کر دیا جائے گا۔''

یاد رہے ابھی حسینؑ شہید نہیں ہوئے ہیں محض شہادت حسینؑ کی خبریں سنی ہیں اور عظیم سانحہ جو ۶۱ھ میں رونما ہوگا اس کے متعلق صرف یہ سوچ کر رسولؐ گریہ فرما رہے ہیں تو اب کسی مسلمان میں دم ہے جو جرأت کر کے یہ کہے کہ بعد شہادت حسینؑ ان کے ذکر پر رونا بدعت، ناجائز اور بے صبری ہے؟ پھر جبکہ کتاب تاریخ واخبار کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعد شہادت، رسولؐ نے گریہ فرمایا، انسان ہی نہیں، زمین وآسمان یہاں تک کہ بے جان پتھر روئے۔

ترمذی، نسائی، احمد اور حاکم نے جناب ام سلمہؓ سے روایت کی کہ ''حسینؑ کے عراق کی جانب روانہ ہونے کے بعد میں دن رات بے قرار رہا کرتی تھی یہاں تک کہ عاشور کے روز ظہر کے بعد میری آنکھ لگ گئی۔ خواب میں کیا دیکھتی ہوں کہ رسالتمآب بحال پریشاں تشریف فرما ہیں۔ چہرہ وریش مبارک غبار آلود ہے، زلفیں بکھری ہوئی ہیں، لباس پر خون کی چھینٹیں ہیں، آنکھوں سے سیلاب اشک جاری ہے۔ آنسوؤں سے ریش مبارک تر ہوگئی ہے اور ہاتھ میں ایک خون بھرا شیشہ ہے جس میں خون تازہ جوش مار رہا ہے میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ خیر تو ہے میں سرکار کی یہ کیا حالت دیکھ رہی ہوں'' فرمایا ''اے ام سلمہ تم کیا بیٹھی ہو،

صبح سے مقتل حسینؑ میں تھا، امت نے میرے حسینؑ کو میرے سامنے ذبح کر دیا۔ یہ خون اسی کا ہے۔''

مدینہ میں اس محترم خاتون نے یہ خواب دیکھا اور عین اسی وقت مکہ میں جناب ابن عباس جیسی محترم شخصیت نے رسولؐ کو اسی حالت میں دیکھا۔

بیہقی اور ابو نعیم روایت کرتے ہیں کہ قتل حسینؑ کے روز آسمان سے خون برسا اور زمین سے اتنا خون ابلا کہ ہمارے برتن سب خون سے بھر گئے۔

بیہقی ہی نے زہری سے روایت کی ہے کہ عاشور کے دن ہر درخت اور پتھر کے نیچے سے تازہ خون نکلتا تھا۔

ان تمام روایتوں نے جو فرزندان اسلام کی کتابوں سے نقل ہوئیں یہ معلوم ہوا کہ سبط رسولؐ کے غم میں آنسو بہانا، سروں پر خاک اڑانا، سر و پا برہنہ ہونا اور مختلف طریقوں سے عزائے حسینؑ قائم کرنا نہ حرام ہے نہ بدعت۔ لیکن ہر قربانی کا ایک مقصد ہوتا ہے اگر وہ مقصد، اس فداکاری پیش کرنے والے سے بلند ہے تو وہ قربانی، شہادت ہے ورنہ ہلاکت۔ دیکھنا یہ ہے کہ حسینؑ کا مقصد کیا تھا؟ اگر حسینؑ کا مقصد یہ تھا کہ یزید اور یزیدیوں کے ترکش ظلم و تشدد کے آخری تیر کو اپنے صبر و ضبط اور مظلومی کے سینے پر کھا کر، رقیق القلب آدم زاد نوع بشر کو قیامت تک اپنی ذات پر رُلائیں تو پھر نمازوں کا پڑھنا بیکار، روزہ رکھنا فضول خمس و زکات ادا کرنا غلط اور حج و جہاد نادرست ہوگا، ہمارا چند آنسوؤں کا بہا لینا، مقصد حسینؑ کی تکمیل کا ذریعہ ہوگا۔

اے انسان ذرا عقل سے کام لے کیا اس انوکھی اور محیّر العقول فداکاری جو کربلا کے بے آب و گیاہ میدان میں دنیا کے سامنے پیش کی گئیں اس کا مقصد یہی تھا کہ رونے والا کوئی بھی ہو، عزادار حسینؑ جیسا بھی بدکردار، بداخلاق اور تارک عبادات ہو وہ نجات کا مستحق ہے اور جنت اس کی جاگیر ہے، اگر شہادت حسینی کا مقصد یہ تھا تو یہ کہنا بالکل غلط ہوگا کہ حسینؑ اسلام کی بقا کے لئے اپنی حیات کا ہر لمحہ قربان کر دینا چاہتے تھے۔ اسلام کو سرخرو رکھنے کے لئے اپنی جان تک سے دریغ نہیں کی۔ وہ اسلام جو ان کو اپنے نانا، رسولؐ کے ہاتھوں ملا تھا اس کی حفاظت کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور آئین شریعت و قوانین اسلام کی حفاظت ان کا نصب العین تھا۔ یاد رکھو حسینؑ کا یہی مقصد تھا جس کے بچانے کے لئے میدان کربلا میں ایک مٹھی جماعت کے ساتھ آ گئے، وہ گھر سے بے گھر ہوستے تھے لیکن یہ سننا بھی نہیں چاہتے تھے کہ اسلام دنیا میں ایک نئے اور جھوٹے رنگ میں پیش کیا جائے۔ وہ اپنی اور اپنے خاندان کی قربانی گوارہ کر سکتے تھے مگر اپنی جان سے زیادہ عزیز چیز، اسلام کو سرسبز دیکھنا چاہتے تھے۔ عزیزان اسلام اور دوستوں، حسینؑ کے مقصد کو سمجھو، تم رو اور چیخیں مار مار کر رو، مجلسیں برپا کرو، علم اٹھاؤ اور ڈیوڑھوں پر ڈیوڑھیں اٹھاؤ مگر جب اذان کا وقت آئے تو فوراً خاموش ہو جاؤ اور کسی قریبی مسجد میں جا کر فریضۂ واجب کی ادائیگی میں مشغول ہو جاؤ اور فریضہ کی فراغت کے بعد اپنی انجمن عزا کو آگے بڑھاؤ، پوری رات واحسینا کی گونج میں شب بیداری کرو مگر نماز صبح سے غافل ہو کر سو نہ جاؤ بلکہ شہزادے علی اکبرؑ کی یاد میں صبح کو اذانیں دے کر نماز

صبح کا فریضہ ادا کرو۔
اس طرح حسینی مشن کی تبلیغ کرو اور ان کے مقصد کی تکمیل کا ذریعہ بنو۔

کربلا کا معرکہ کوئی مادی مقابلہ نہ تھا بلکہ حق اور باطل، نور وظلمت، اسلام وکفر کا مقابلہ تھا۔ ایک طرف بندوں کا بنایا ہوا رہنمائے دین تھا جس کے منھ سے شراب کی بو آتی تھی جس کی حسن پرست طبیعت نے ماں بہنوں کی تمیز اٹھا دی تھی، جو بندروں سے کھیلتا اور کتوں کو لڑاتا تھا، جس کے قصر ابیض میں اذان کی آوازیں، نرد وشطرنج کے پانسوں کی صداؤں میں کھو جاتی تھیں، جس کے اندر لوازم انسانیت کا تو پتہ بھی نہیں تھا مگر شرائط خلافت سب کی سب موجود تھیں اور جس کی کرشمہ سازیوں نے عبداللہ ابن عمر جیسے خلوت پسند کو بھی رام کر لیا تھا، ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ ہاتھ جو یداللہ کی بیعت کے وقت شَل ہو گیا تھا، یزید سے مصافحہ کے لئے بڑھ گیا اور وہ سر جو راس رسولؐ کے سامنے تنا رہا، اس شراب خور خلیفہ کے سامنے جھک گیا۔ ایک طرف یہ ننگ بشریت خلیفہ تھا اور دوسری طرف خدا کا منتخب کیا ہوا امام عادل تھا جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ملت اسلامیہ کی خدمت کیلئے وقف تھا، جس کا اسوۂ حسنہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتا تھا۔

مختصر یہ کہ ایک طرف شر محض اور دوسری طرف خیر مجسم، ایک طرف بہیمیت تھی اور دوسری طرف انسانیت، ایک طرف خانہ ساز خلیفہ تھا اور دوسری طرف منصوص من اللہ امام۔ گویا خدا و بندہ کا مقابلہ اور یزدان واہرمن کی جنگ حسینؑ اور اصحاب حسینؑ نے کربلا کی سہ روزہ زندگی میں بھوکے پیاسے رہ کر مصائب وآلام برداشت کر کے ظلم وتشدد کا مقابلہ صبر وشکیبائی سے کر کے تمام دنیا پر ثابت کر دیا کہ حق کس کی طرف ہے اور باطل کا دامن کون پکڑے ہے، خدائے وحدہ لاشریک کے سامنے کون سر بسجود ہے اور شیطان کا پجاری کون اے شہیدان کربلا تم پر لاکھوں سلام۔ تم نے حفاظت اسلام میں جان دے کر حیات جاوید حاصل کر لی۔

☆☆☆